خیر البیان اور اردو کی پہلی نثری تصنیف کا قضیہ

ساجد صدیق نظامی

ABSTRACT:

Kalima tul Haqaiq by Burhan ud Din Jaanam is usually considered as the first book of the Urdu prose. There has been much debate over its primacy but the controversy has been very much resolved. *Khair ul Bayan* by Bazid/ Bayazid Ansari was also considered as the first book in Urdu prose by some eminent scholars such as Dr Gayan Chand Jain and Farigh Bukhari. *Khair ul Bayan* was penned down around 1572 AD. Dr Jameel Jalibi also wrote about it in his history of literature. This article reviews the statements and the findings about *Khair ul Bayan*'s importance and proves that *Khair ul Bayan* is not the first book in Urdu prose, as has been declared by Gyan Chand and Farigh Bukhari.

This article aslo linguistically reviews a few lines in Urdu which have been written in *Khair ul Bayan*.

Key Words:

Khair ul Bayan, Early Urdu Writings, Dr. Jameel Jalibi, Gayan Chand Jain.

مختلف محققین نے مختلف ادوار میں اردو نثر کی ابتدا کے بارے میں خاصی دقت نظر سے کام لیا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان مساعی کے باعث بہت سی غلط فہمیاں دور ہوتی گئیں اور بیشتر مزعومات رفتہ رفتہ استناد کے درجے سے محروم ہو گئے۔ چونکہ اردو نثر کی ابتدا کے حوالے سے دکن میں خاصا خام مواد میسر تھا لہٰذا وہاں کے محققین نے اس نوع کی تحقیقات میں خاصی دل چسپی لی۔ اس ضمن میں سیدہ جعفر، اکبرالدین صدیقی، نور السعید اختر، حسینی شاہد، حفیظ قتیل، بدیع حسینی، ثمینہ شوکت، حمیرا جلیلی، محمد نور الدین سعید، محمد علی اثر اور گیان چند کے ساتھ ساتھ سخاوت مرزا، حمید الدین شاہد اور جمیل جالبی کے اسما بھی قابل ذکر ہیں۔ یہ محققین پچاس اور ساٹھ کی دہائی میں

اپنے قابل قدر تحقیقی کارناموں کے ذریعے سامنے آئے اور بزرگ محققین محی الدین قادری زور، مولوی عبدالحق، شمس اللہ قادری، نصیر الدین ہاشمی کی بہم پہنچائی گئی معلومات کو دیگر ہمدست منابع کی روشنی میں بڑی محنت سے جانچا، پرکھا اور نہ صرف بہت سے غلط نظریات درست کیے۔ بلکہ بہت سے نئے مآخذ تک رسائی حاصل کر کے نئے حقائق بھی دریافت کیے۔ انھی تحقیقات سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ اردو نثر کی پہلی باقاعدہ تصنیف برہان الدین جانم کی کلمتہ الحقائق ہے۔[۱] خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے منسوب معراج العاشقین اور شاہ راجو قتال، اشرف جہانگیر سمنانی، عین الدین گنج العلم، میراں جی شمس العشاق اور مختلف صوفیا سے منسوب دیگر رسائل بھی اولیت کی صف سے خارج ہو گئے۔[۲]

اگر چہ ساٹھ اور ستر کی دہائی میں یہ دعاوی مستحکم ہو گئے کہ کلمتہ الحقائق ہی اردو کی پہلی نثری تصنیف ہے مگر چند ایک ایسی تحقیقات بھی سامنے آئیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ کلمتہ الحقائق سے بھی قدیم ایسے نثری نمونے موجود ہیں جو قابل ذکر ہیں اور اولیت کا استحقاق رکھتے ہیں۔ اس ضمن میں پہلے فارغ بخاری اور پھر جمیل جالبی نے خیر البیان از بایزید انصاری کا تذکرہ کیا۔ جس پر'' اضافہ'' گیان چند نے کیا۔ فارغ بخاری نے صوبہ سرحد میں اردو زبان و ادب کی تاریخ مرتب کرتے ہوئے لکھا: پیر روشان (بایزید انصاری) کی تصنیف خیر البیان جو اردو نثر کی قدیم ترین تصنیف ہے اور ۹۲۸ھ/ ۱۵۲۲ء میں لکھی گئی۔ اردو اور پشتو کے قدیم ترین تعلق پر روشنی ڈالتی ہے۔''[۳]

جالبی صاحب نے تاریخ ادب اردو جیسے بے مثال تحقیقی منصوبے کی پہلی جلد کے آخر میں پاکستان کے مختلف صوبوں کی لسانی تاریخ اور اردو سے ان کے قدیمی تعلق پر الگ الگ ضمیمے قائم کیے۔ مثلاً پنجاب میں اردو، سندھ میں اردو، بلوچستان میں اردو وغیرہ۔ اسی سلسلے میں ضمیمہ'' سرحد میں اردو'' میں انھوں نے لکھا کہ خیر البیان از بایزید انصاری (تصنیف تقریباً قبل از ۹۸۰ھ) میں جہاں تین دیگر زبانوں پشتو، عربی، فارسی میں جو مطالب کتاب لکھے گئے ہیں وہیں اردو نثر میں بھی ان مطالب کو ادا کیا گیا ہے۔[۴] نیز یہ دعویٰ بھی کیا گیا کہ اردو نثر کا قدیم ترین نمونہ خیرالبیان مصنفہ بایزید انصاری میں ملتا ہے۔[۵]

یہ ایک نئی بات تھی کہ کلمتہ الحقائق سے قبل کا کوئی ایسا طویل نثری نمونہ سامنے آئے جو شمال مغربی سرحدی صوبے کے ایک صوفی بزرگ کا رشحہ قلم ہو۔ اگرچہ جمیل جالبی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ خیر البیان ہی اردو نثر کی پہلی تصنیف ہے مگر بزرگ محقق گیان چند نے جب قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان (ہندوستان) کے تاریخ ادب اردو کے تحقیقی منصوبے کی پہلی پانچ جلدوں کو سیدہ جعفر کے اشتراک سے مرتب کیا تو جمیل جالبی سے ایک قدم آگے بڑھ کے خیر البیان کو''اردو کی پہلی مستند نثری تصنیف'' قرار دیا۔[۶] اگر چہ کتاب دیکھے بغیر معلومات وہی درج کیں جو جمیل جالبی تاریخ ادب اردو جلد اول میں لکھ چکے تھے۔ ایک بڑے محقق کا یہ طرزِ عمل مستحسن قرار نہیں

دیا جا سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ خیر البیان کے واحد دستیاب مخطوطے کے آغاز میں صرف چند سطور اور چند کلمات پر مشتمل فقرے اردو/ ہندوی میں لکھے گئے ہیں۔ اور باقی ساری کتاب میں اردو نثر عنقا ہے۔تفصیل آگے آتی ہے۔

پہلے یہاں خیر البیان اور اس کے مصنف بایزید انصاری کا تعارف کروانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ بایزید یا بازید انصاری بن عبداللہ بن شیخ محمد ۹۳۱ھ/ ۱۵۲۵ء کو جالندھر میں پیدا ہوئے۔[۷] آبائی شہر کانی گرام (وزیرستان، قبائلی علاقہ جات، پاکستان) تھا۔ ان کے والد افغان علاقے میں قضا کے فرائض انجام دیتے تھے لہٰذا قاضی عبد اللہ کہلاتے تھے۔ بچپن میں ہی خاندانی اختلافات کے باعث والد سے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔تعلیم بھی ادھوری رہ گئی۔ اسی اثنا میں زہد اور عبادت کی طرف توجہ زیادہ ہوگئی اور صوفیانہ ریاضتیں عمل میں لانے لگے۔ رفتہ رفتہ خود کو پیرِ کامل تصور کرنے لگے۔ عمر کے چالیس برس گزرنے کے بعد اپنے صوفیانہ عقائد کی تبلیغ شروع کر دی اور انھیں پیر روشان/ پیر روشن کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔[۸]

افغانوں میں ان کے عقائد کی خاصی مخالفت ہوئی۔ مولوی شفیع کے بقول: ''انھیں بہت کچھ مقامی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ جس میں ان کے والد اور والد کے شاگردوں نے نمایاں حصہ لیا۔ وہ کہتے تھے کہ ناقص علم کے ساتھ کلامِ الٰہی کی تفسیر و تاویل کا انھیں کوئی حق نہ تھا، اگرچہ وہ ان کی غیر معمولی ذہانت اور مباحثوں میں زور دار منطق کے معترف و مداح تھے۔''[۹]

رفتہ رفتہ ان کے بڑھتے رسوخ کی خبریں مغل بادشاہ اکبر کے دربار میں پہنچیں۔ کابل کے صوبیدار میرزا محمد حکیم (اکبر کا چھوٹا بھائی) نے انھیں بلا بھیجا۔ بایزید گئے مگر ان سے باز پرس نہ کی جا سکی کیونکہ ان کی گفتگو میں کوئی قابلِ اعتراض بات نہ تھی۔ ۹۷۰ھ کی دہائی میں بالآخر بایزید مغلوں کے خلاف برسرِ پیکار ہو ہی گئے۔ وفات کا سال متعین نہیں۔[۱۰]

بایزید کی تبلیغی و مزاحمتی تحریک روشانیہ/ روشنیہ تحریک کے نام سے جانی جاتی ہے۔ اس صوفیانہ تحریک کے، جو بعد کو مزاحمتی تحریک میں بدل گئی، متبعین کی تربیت کے لیے بایزید نے تصنیفی کام بھی جاری رکھا۔ اسی لیے مختلف زبانوں میں مختلف موضوعات پر اُن سے یہ تصانیف یادگار ہیں:

خیر البیان (عربی، فارسی، پشتو): اس کا مفصل تعارف آگے آتا ہے۔

مقصود المومنین (عربی): سلسلہ روشانیہ کے اصول و عقائد پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب بایزید نے اپنے بیٹے شیخ عمر کی درخواست پہ مخلص مریدوں کے فائدے کے لیے لکھی۔

صراط التوحید (عربی، فارسی): اس کا زمانہ تصنیف ۹۷۸ھ/۱۵۷۰ء ہے۔[۱۱] اس میں مصنف کے ارتقائے روحانی کی مختلف منازل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ''جو اس کو پڑھ کر اس پر کاربند ہو جائے گا، وہ علم التوحید سے آگاہ ہو جائے گا۔''[۱۲]

حالنامہ: اس میں بایزید نے اپنے حالات لکھے ہیں۔ ڈاکٹر جہانگیر نے تذکرۃ الانصار کے حوالے سے اس کتاب کو بھی بایزید سے منسوب کیا ہے۔[۱۳]

فخر الطالبین: اس کا ذکر عبدالقدوس قاسمی نے خیر البیان کے دیباچے میں کیا ہے۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے متوازی بایزید نے افغانوں کی ثقافتی ترقی کے لیے بھی کام کیا۔ موسیقی کی اصلاح کے لیے کام کیا۔ افغانی رسم الخط کو مقبول بنانے میں بھی بایزید کا بڑا حصہ ہے۔[۱۴]

خیر البیان بایزید کی سب سے معروف اور قابلِ ذکر کتاب ہے۔ اس کے تعارف میں کچھ تفصیلات یہاں لکھی جاتی ہیں۔ خیر البیان کے سنہ تصنیف کے بارے میں قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس میں بایزید نے تفصیلاً اپنے عقائد، نظریات اور افکار درج کیے ہیں۔ اس کتاب کا صرف ایک ہی مخطوطہ موجود ہے جس کی کتابت ۲۰؍رمضان ۱۰۶۱ھ [۱۶۵۱ء] کو مکمل ہوئی۔ ۱۹۶۷ء میں عبدالقدوس قاسمی نے اسے مرتب کر کے پشتو اکیڈمی، پشاور یونیورسٹی، پشاور سے شائع کروایا۔[۱۵]

خیر البیان چالیس بیانات (ابواب) پر مشتمل ہے۔ ان بیانات میں ارکان اسلام، فرائض، واجبات، سنت، مستحب، مکروہات، غسل، تیمّم، طہارت، پاکیزگی، ذکر، ذکرِ خفی، اقسامِ ذکر جیسے موضوعات پہ اظہار خیال کیا گیا ہے۔ ہر نیا بیان یا موضوع ''او بایزیدؔ'' سے شروع ہوتا ہے۔ آیات و احادیث کے ذریعے زیرِ بحث موضوع کو مدلّل بنایا گیا ہے۔ بایزید انصاری کی تحریک کا بنیادی عقیدہ، جس کا عکس خیر البیان میں بھی نظر آتا ہے، یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

> اللہ کی حقانیت کا ماننا فرضِ عین ہے۔ یہ معرفت پیرِ کامل کے توسط کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ پیر کامل وہ ہے جو صاحبِ شریعت، صاحبِ حقیقت، صاحبِ معرفت، صاحبِ قربت، صاحبِ وصلت، صاحبِ وحدت، صاحبِ سکونت ہو۔ وہ کاشفِ اسرارِ الٰہی اور تخلّق باخلاق اللہ کا مظہر ہے۔ اس کی روح صفاتِ الٰہیہ حاصل کر لیتی ہے۔ ہر انسان پر اس کی تلاش اور اطاعت فرض ہے۔''[۱۶]

خیر البیان کی اردو نثر میں اولیت کا دعویٰ سب سے پہلے فارغ بخاری نے کیا:

پیر روشان کی تصنیف خیر البیان جو اردو نثر کی قدیم ترین تصنیف ہے اور ۹۲۸ھ/ ۱۵۲۱ء میں لکھی گئی۔ اردو اور پشتو کے قدیم ترین تعلق پر روشنی ڈالتی ہے۔''[۱۷]

فاضل مصنف نے سنہ تصنیف بھی درست نہیں لکھا اور دعویٰ بھی درست نہیں کیا۔ جمیل جالبی تاریخ ادب اردو جلد اول کے ضمیمے ''سرحد میں اردو'' میں خیر البیان کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

''اردو نثر کا قدیم ترین نمونہ خیرالبیان مصنّفہ بایزید انصاری (م۔۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء) میں ملتا ہے۔ خیرالبیان میں پیر روشان بایزید انصاری نے اپنے مخصوص نقطۂ نظر سے اپنے اسلامی عقائد کو پیش کیا ہے۔ اور اپنی اس تصنیف میں ایک ہی بات کو چار زبانوں میں لکھا ہے۔ پہلے عربی میں، پھر فارسی میں، پھر پشتو میں اور اس کے بعد اردو میں۔ بیک وقت یہ چار زبانیں اس لیے استعمال کی گئیں ہیں تا کہ پیر روشان کے عقائد و خیالات ساری دنیائے اسلام، صوبہ سرحد اور برعظیم میں پھیل سکیں۔ یہ نثر اپنی قدامت کی وجہ سے آج بھی لسانی نقطۂ نظر سے غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔''[۱۸]

اسی طرح لکھتے ہیں:

خیر البیان شمال میں اردو کی نثر کا واحد نمونہ ہے جس سے زبان کے عام کینڈے کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اور اسی لیے تاریخی ولسانی اعتبار سے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔''[۱۹] جمیل جالبی کی دیکھا دیکھی گیان چند نے تاریخ ادب اردو ۱۷۰۰ء تک جلد دوم میں یہ سرخی جمائی:

''اردو کی پہلی مستند نثری تصنیف خیر البیان مصنّفہ پیر روشان بایزید انصاری م ۹۸۰ھ''[۲۰]

پھر لکھا:

'' بایزید انصاری صوبہ سرحد میں کسی مذہبی تحریک کے بانی تھے۔ ان کا انتقال ۹۸۰ھ میں ہوا۔ ان کی سب سے اہم تصنیف خیرالبیان ہے، جسے حافظ محمد عبدالقدوس قاسمی نے مرتب کر کے ۱۹۶۷ء میں پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی سے شائع کیا۔ اس کے بارے میں جملہ معلومات ڈاکٹر جمیل جالبی کی تاریخ ادب اردو جلد اول سے پیش کی جاتی ہیں۔۔۔''[۲۱]

یہ بات ویسے ہی تحقیق کے تقاضوں پہ پورا نہیں اترتی کہ اتنا بڑا دعویٰ کرنے کے لیے اصل ماخذ کو دیکھا ہی نہیں گیا۔ بلکہ کسی اور کے بیان کو درست مان کر دُہرا دیا ہے۔

وہ تمام اردو نثر جو خیرالبیان میں لکھی گئی ہے، یوں ہے: (تفہیم میں سہولت کے لیے متعلقہ فارسی عبارات کا متن بھی قوسین () میں دیا جا رہا ہے، نیز حواشی میں بعض الفاظ کے مطالب اور درست قرأت بھی دی جا رہی ہے)

''لکھ کتاب کے آغاز کے بیان جن کے سارے اکھر[۲۲] سہن[۲۳] بسم اللہ، تمام؛ میں نہ گنواؤں گا مزدوری انہن کی[۲۴] جے[۲۵] لکھیں پرن[۲۶] بگارن[۲۷] اکھر کہ تم کنے[۲۸] پرن لکھیں اس کارن[۲۹] جے سہی[۳۰] ہوئے بیان۔''

(بنویس بر آغاز کتاب به بزرگی و به درستیِ حروفها بسم الله، تمام؛ من گم نمی کنم مزد آن کسان که می نویسند باز خراب می کنند یك حرف یا نقطه، باز می نویسندبرائے درست شدن بیان)

''قرآن میں ہے گا[۳۱] عیاں۔''[۳۲]

''رے بایزید! لکھ وہ اکھر جے سب جیب[۳۳] سہن جڑ تھییں[۳۴]، اس کارن جے نفع پاون[۳۵] آدمیان۔ توں سجان ہے، کچ کا میں ناہیں جانتا بن قرآن کے اکھر[۳۶] رے سجان۔

رے بایزید! لکھنا اکھر کا تجھ سے ہے، دکھلاونا اور سکھلاونا[۳۷] مجھ سے ہے۔ لکھ میرے فرمان سہن جیوں[۳۸] اکھر قرآن کے پہن کی پہن[۳۹]، لکھ کوئی اکھر اور پرتمکنا[۴۰] کہ جزم اور نشان جے وہ اکھر پچھانن[۴۱] آدمیان۔ لکھ کوئی اکھر چار چار عیاں درہاں[۴۲] سکھنے جے پڑھیں تو سانس نکالہن[۴۳] کوئی دویں[۴۴] بچہ[۴۵] اکھر سہن آدمیان۔''

(یا بایزید! بنویس آن حروفها که به سازند هر زبان برائے منفعتِ آدمیان! توئی دانا، من نمی دانم به ج حروفهائے قرآن، یا سبحان؛ یا بایزید! نوشتن حروفها بر تو است و نمودن و آموزانیدن نامهائے حروف بر من است؛ بنویس بفرمانِ من به مانند حروفهائے قرآن و بنه بر بعض حروفها نقطه یا جزم یا دیگر نشان برائے آنکه حروفها به شناسند ، آدمیان! بعض حروفها چهار چهار بنویس، عیان! زود بیاموزند چون بخوانند و دم بیرون کنند با بعض دو حروف به سینه آدمیان؛)[۴۶]

اور وہ متفرق کلمات (مع فارسی عبارات کے) جو اِن سطور کے بعد اگلے دو صفحات پہ پھیلی ہوئی صورت میں ملتے ہیں، یہ ہیں:

''الف ایک ہے۔''	(الف یکے ہست عیاں)
''ہے بیان۔''	(ہست بیان)
''پڑھن آدمیان۔''	(بخوانند آدمیان)
''پچانن تو جان۔''	(بشاسند تو بدان)
''سچ ہے عیاں۔''	(تحقیق ہست عیان)
''پڑھو پہن[۴۷] جیب از زبان۔''	(بخوانند بزبان)
''اسے سمجھیں سجان آدمیان۔''	(بفہمند بدان عاقلان آدمیان)

''سکھن تمام۔'' (بدانند تمام) [۴۸]

ان فقروں کی صرفی ونحوی ساخت میں قدیم پنجابی، سرائیکی اور کچھ دکنی لہجوں کے آثار کا اندازہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔ بایزید جالندھر میں پیدا ہوئے تھے لہٰذا وہاں کی مقامی پنجابی کا لہجہ بھی ایک جگہ استعمال ہوا ہے۔ موجودہ خیبر پختونخواہ صوبے کی ڈیرہ اسماعیل خان ڈویژن میں اکثر جگہ اب بھی سرائیکی بولی جاتی ہے۔ اسی لیے ان جملوں پہ یہ سب اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ پانچ سات صدی قبل اردو زبان اس قدر سیّال حالت میں موجود تھی کہ اس میں شورسینی پراکرِت سے نکلے کسی بھی لہجے یا بولی کے اثرات آسانی سے تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً جدید پنجابی، سرائیکی، برِج بھاشا وغیرہ۔ اسی لیے گیان چند اس غیر ترقی یافتہ نثر میں برِج کا اثر تلاش کرتے ہیں:

''اس زبان میں برج بھاشا کی جھلک نظر آ رہی ہے۔ 'جو' کی جگہ 'جے' (جسے)، 'دکھلاونا، سکھلاونا' میں 'وٗ' کا شمول۔ 'اکثر' کو 'اکھر'، مصدر کو پڑن، پچھانن، بگاڑن لکھنا پنجابی اور برج دونوں میں پایا جاتا ہے۔ شمالی ہند کی سولھویں صدی کی یہ زبان معاصر دکنی کے مقابلے میں زیادہ قریب الفہم ہے۔'' [۴۹] دوسرا پہلو یہ ہے کہ افغان علاقے میں فارسی زبان کا چلن صدیوں سے عام رہا ہے۔

یہاں ایک اور پہلو کی جانب توجہ کرنا بھی ضروری ہے۔ یہ روایت ضرور موجود رہی ہے کہ خیر البیان کو چار زبانوں (عربی، فارسی، پشتو اور اردو/ ہندوی) میں لکھا گیا تھا۔ تذکرۃ الانصار، جو ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء میں لکھا گیا، میں لکھا ہے کہ: ''ان کی تصنیفات میں سے ایک کتاب خیرالبیان ہے جو فصیح و بلیغ عربی، فارسی اور ہندی میں لکھی گئی۔'' [۵۰]

دبستان مذاہب کے مصنف نے بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ خیرالبیان میں ایک مطلب کو چار زبانوں میں ادا کیا گیا ہے۔ [۵۱]

معروف نارویجن مستشرق پروفیسر جارج مورگینسٹرئن G. Morgenstierne کے ایک مضمون سے بھی اس روایت کا پتہ ملتا ہے۔ *New Indian Antiquary* کے نومبر ۱۹۳۹ء کے شمارے میں ان کا ایک مضمون خیر البیان اور اس کے واحد دستیاب مخطوطے کے بارے میں ہی ہے۔ لکھتے ہیں:

> The mscr. contains 167 leaves and is written in the Nasta'liq character. According to tradition *Khair-ul-Bayan* was composed in four languages. And we actually find several Persian and Hindustani passages in the introduction, while Arabic quotations are frequently inserted into the Pashto text. Persian notes, in a different hand, are written in the margin. [52]

خود بایزید نے خیر البیان کے اختتام پہ لکھا ہے کہ میں اپنے افکار و خیالات چار زبانوں میں سکھاؤں گا اور لوگوں کو ہر مرحلۂ زندگی سے بہ احسن گزرنے کا علم دوں گا۔[۵۳]

مگر حقیقت یہ ہے کہ خیر البیان میں اصلاً زیادہ تر فارسی، پشتو اور کچھ کم عربی زبانوں کو ہی ذریعہ ابلاغ بنایا گیا ہے۔ فارسی اور پشتو زبانیں ویسے ہی اس عہد اور علاقے کی مانوس زبانیں تھیں۔[۵۴] جو چند جملے خیر البیان میں اردو یا ہندوی کے درج ہوئے ہیں، ان کے ضمن میں یہی خیال ذہن میں آتا ہے کہ بایزید نے کتاب تصنیف کرتے وقت اسے چار زبانوں میں لکھنے کا خیال تو کیا ہو مگر بعد کو یہ منصوبہ اپنی صحیح صورت میں مکمل نہ ہو سکا ہو۔ اس بات کا بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ خیر البیان کے اولین خطی نسخے میں متعلقہ موضوعات چار زبانوں میں ہی بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہو مگر جلد ہی افغان علاقے کی لسانی صورت حال دیکھتے ہوئے اردو/ ہندوی زبان میں بیان شدہ موضوعات کو نکال دیا گیا ہو۔

بہ ہر حال اس وقت تک یہ سب امکانات اور قیاسات ہی ہیں جب تک خیر البیان کا کوئی ایسا نسخہ نہ مل جائے جو موجودہ نسخے سے قبل کا لکھا ہو، تب تک کچھ یقینی طور پہ نہیں کہا جا سکتا۔ خیر البیان کے چند فقرات کے نمونے کی تاریخی اہمیت اپنی جگہ ہے لیکن ہمدست مآخذ و منابع کی روشنی میں بزرگ اور معتبر محققین کی جانب سے اسے اردو نثر کی پہلی تصنیف/ مستند نثری تصنیف قرار دینا اصولی طور درست نہیں۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اس زمانے کی اردو زبان کی ایک سرسری جھلک ہے جس کے ذریعے چند قیاس آرائیاں کی جا سکتی ہیں۔

حواشی:

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر حسینی شاہد، ''کلمتہ الحقائق، اردو نثر کا پہلا مستند نقش''، مشمولہ: نوائے ادب، بمبئی، جولائی ۱۹۷۰ء۔ نیز کلمتہ الحقائق؛ برہان الدین جانم، مرتبہ: محمد اکبر الدین صدیقی، حیدر آباد دکن: ادارہ ادبیاتِ اردو، ۱۹۶۱ء (مقدمہ)

۲۔ اس ضمن میں تاریخ ادب اردو ۱۷۰۰ء تک، جلد دوم؛ گیان چند جین، سیدہ جعفر، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۱۱ء (طباعت دوم) کے چھٹے باب کا مطالعہ بہت سی الجھنوں کا خاتمہ اور غلط فہمیوں کا ازالہ کر سکتا ہے۔

۳۔ فارغ بخاری، ادبیاتِ سرحد، جلد سوم، پشاور: نیا مکتبہ، ۱۹۵۵ء، ص ۱۲۶

۴۔ جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، جلد اول، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۷ء، ص ۳۰۷

۵۔ ایضاً

۶۔ گیان چند جین، سیدہ جعفر، تاریخ ادب اردو ۱۷۰۰ء تک، جلد دوم، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۱۹۹۸ء، ص ۳۲۸

۷۔ عبدالقدوس قاسمی، مرتب؛ خیر البیان؛ پشاور، پشتو اکیڈمی، ۱۹۶۷ء، ص ۳۱۔ نیز اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد

۴، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ص ۱۳

۸۔ ڈاکٹر جہانگیر نے تذکرۃ الانصار کے حولے سے لکھا ہے کہ ان کے نام پیر روشان کی وجہ یہ ہے کہ ایک شام چراغ جل رہا تھا۔ اس میں تیل ختم ہو گیا اور بجھنے کو ہی تھا کہ آپ نے کسی سے کہا کہ چراغ میں پانی ڈال دو۔ پانی ڈالا گیا تو چراغ پہلے سے زیادہ روشن ہو گیا۔ ڈاکٹر جہانگیر، ''شیخ العالم میاں شیخ درویش''، مشمولہ: اورینٹل کالج میگزین، لاہور، فروری ۱۹۵۵ء، ص ۷۷

۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۴، ص ۱۴

۱۰۔ عبد القدوس قاسمی نے ۹۸۰ھ اور ۹۹۶ھ کا تذکرہ کیا ہے۔ خیال ہے کہ اسی عرصے میں ان کا انتقال ہوا ہو گا۔ خیر البیان، مقدمہ، ص ۳۲۔ نیز اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۴، ص ۱۶۔ تذکرۃ الانصار کے مطابق آپ کا انتقال ۹۸۰ھ میں ہوا۔ ڈاکٹر جہانگیر، ''شیخ العالم میاں شیخ درویش''، ص ۵۹

۱۱۔ اس کتاب کے پہلے تیس صفحات فارسی میں اور بقیہ صفحات عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۵۲ء میں عبد الشکور نے مرتب کر کے شائع کروا دی تھی۔ بحوالہ خیر البیان؛ مقدمہ، ص ۴۸

۱۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۴، ص ۱۹

۱۳۔ ڈاکٹر جہانگیر، ''شیخ العالم میاں شیخ درویش''، ص ۵۷

۱۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۴، ص ۲۰

۱۵۔ عبد القدوس قاسمی نے خیر البیان کو جس مخطوطے سے مرتب کیا، وہ ٹیوبن گن (Tubingen) یونیورسٹی، جرمنی میں موجود تھا۔ اصل میں یہ مخطوطہ سر ڈینی سن راس (Sir Denison Ross) ڈائریکٹر سکول آف اورینٹل اینڈ افریکن سٹڈیز، لندن کے واسطے معروف ناروجین مستشرق پروفیسر جارج مورگینسٹرئن (G. Morgenstierne) تک پہنچا۔ انھوں نے اسے ٹیوبن گن یونیورسٹی کے لائبریرین ڈاکٹر کریمنر (Kremnner) کے حوالے کیا۔ بحوالہ خیر البیان؛ Remembrence and Acknowledgment By Abdul Qadir۔ اس مخطوطے کی کتابت ۲۰/رمضان ۱۰۶۱ھ کو مکمل ہوئی تھی۔ خیر البیان؛ مقدمہ، ص ۵۷

۱۶۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۴، ص ۱۵

۱۷۔ ادبیاتِ سرحد، جلد سوم، ص ۱۲۶

۱۸۔ جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، جلد اول، ص ۲۰۳

۱۹۔ جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، جلد اول، ص ۵۸

۲۰۔ گیان چند جین، سیدہ جعفر، تاریخ ادب اردو ۱۷۰۰ء تک، جلد دوم، ص ۳۲۵

۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ اکثر

۲۳۔ سہیں، مصدر 'سہنا' کا صیغۂ امر۔

۲۴۔ بمعنی اُن کی۔ قدیم زبان میں 'انہن' بطور ضمیر مستعمل رہا ہے۔

۲۵۔ بمعنی اگر

۲۶ یہ لفظ یہاں 'دوبارہ' کے معنی میں آیا محسوس ہوتا ہے۔

۲۷ بگاڑن/ بگاڑیں

۲۸ بمعنی تمھارے لیے۔ 'کنے' کا استعمال دکنی میں بھی بمعنی 'لیے' مل جاتا ہے۔

۲۹ بمعنی وجہ

۳۰ درست املا 'صحیح'

۳۱ پنجابی کا ایک لہجہ جو جالندھر کے باسی بولتے ہیں۔ بایزید کی پیدائش بھی جالندھر کی ہے۔ اگرچہ ان کی عمر کا بیشتر حصہ وزیرستان میں گزرا۔

۳۲ عبدالقدوس قاسمی، مرتب؛ خیر البیان، ص ۱

۳۳ بمعنی جیبھ/ زبان

۳۴ موجودہ سرائیکی لہجہ

۳۵ بمعنی پائیں۔ اردو کے قدیم لسانی منظر نامے میں مصادر کے آخر پہ 'نا' سے قبل 'و' کا لگانا معلوم امر ہے۔ آج بھی پنجابی کے بعض لہجوں میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے۔

۳۶ یعنی میں کچھ نہیں جانتا سوائے قرآن کے حروف کے۔

۳۷ اس امر کی وضاحت اوپر حاشیہ نمبر ۳۳ میں ہو چکی ہے۔

۳۸ بمعنی جیسے

۳۹ 'کی پہن' دو دفعہ لکھا جانا سہو کتابت ہے۔ نیز یہاں 'پہن' مانند کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۴۰ پنجابی میں لفظ 'نقطہ' کے لیے 'ٹمکنا' بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

۴۱ بمعنی پہچانیں۔

۴۲ یہ لفظ زُود کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۴۳ بمعنی نکالیں

۴۴ بمعنی دو

۴۵ کذا۔ یہ لفظ باوجود کوشش کے واضح نہیں ہوا۔

۴۶ عبدالقدوس قاسمی، مرتب؛ خیر البیان، ص ۳

۴۷ یہ لفظ پھر 'مانند' کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۴۸ عبدالقدوس قاسمی، مرتب؛ خیر البیان، ص ۴

۴۹ گیان چند جین، سیدہ جعفر، تاریخ ادب اردو ۱۷۰۰ء تک، جلد دوم، ص ۳۲۶

۵۰ ڈاکٹر جہانگیر، ''شیخ العالم میاں شیخ درویش''، ص ۵۷

۵۱ کیخسر و اسفندیار، دبستان مذاہب (اردو ترجمہ)، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، سن ندارد، ص ۲۵۷

52 *New Indian Antiquary*, Vol. 2, Nov 1939, p 567

53 Dr. Tariq Rahman, "First Book of Old Urdu in the Pashto-Speaking

Areas", Included in: *Pakistan Journal of History and Culture*, Vol XXIX, No. 2, 2008, p. 158

۵۴ ویسے بھی عربی صرف ونحو میں بایزید کا علم یا مہارت مشکوک رہا ہے۔ ان کے معاصر ملاّ اخوند دَرویزہ نے لکھا ہے کہ انھوں نے بلا ادراکِ ترکیب، الفاظ کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا ہے۔ تذکرۃ الابرار و الاشرار، ورق ۸۹ ب بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد۴، ص ۱۷۔ نیز مولوی شفیع نے خود بھی لکھا ہے کہ: اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی کہ ان کی تصانیف کے جو مخطوطات ہم تک پہنچے ہیں وہ بہت بعد کے زمانے کے نقل شدہ ہیں، وہ عربی زبان اور اس کی صرف ونحو میں، کمزور نظر آتے ہیں۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد۴، ص ۱۷